آدم خور
محمد عادل منہاج

پروفیسر شجاع نے کیاریوں میں پانی ڈالنے کے بعد اپنے ہاتھ دھوئے اور باغ کے اس سرے کی طرف بڑھے جہاں میز پر چائے رکھی تھی ان کی بیگم اور دس سالہ بیٹا نبیل وہاں بیٹھے ان ہی کا انتظار کر رہے تھے
’ختم ہوگیا آپ کا کام‘بیگم شجاع نے منہ بناتے ہوئے کہا
’ ہاں بھئی آج کا کام ختم‘پروفیسر مسکراتے ہوئے کرسی پر بیٹھ گئے
’ابوآپ نے کون سا پودا لگایا ہے؟‘نبیل نے پوچھا
’بیٹا میں نے تربوز کا بیج بویا ہے اب جلد ہی تربوز کی بیل اگے گی پھر ہم خوب مزے لے لے کر تربوز کھایا کریں گے‘
’تربوز کی بیل!‘بیگم شجاع حیرت سے بولیں ’مگر آپ کو تو عجیب و غریب پودے اگانے کا جنون ہے اور تربوز کی بیل تو عام سا پودا ہے‘
’بھئی دراصل میں نے تربوز کی جین میں کچھ تبدیلیاں کی ہیں ایک تو یہ کہ بیل بہت تیزی سے بڑھے اور دوسری یہ کہ تربوز بہت بڑے بڑے لگیں دیکھو کہ جین کی تبدیلی کا تجربہ کامیاب ہوتا ہے یا نہیں‘
’ابویہ جین کیا چیز ہے؟‘نبیل نے الجھن کے عالم میں پوچھا
’جینبھئی ابھی تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گاتم یوں سمجھو کہ ہر جاندار چیز چھوٹے چھوٹے خلیوں سے مل کر بنی ہےخلیہ بہت چھوٹا خورد بین سے نظر آنے والی چیز ہےخلیہ کے اندر مرکزہ ہوتا ہے اور اس مرکزے کے اندر جین ہوتی ہے جس میں اس جاندار کے بارے میں تمام معلومات ہوتی ہیںمثلا تمہارے خلیے میں جو جین ہوگی اس میں یہ معلومات ہیں کہ تم لڑکے ہو تمہارے بالوں کا رنگ کالا ہے تمہارا رنگ گندمی ہے وغیرہ وغیرہ‘پروفیسر نے بتایا
’اور آپ نے تربوز کی جین میں کیا تبدیلی کی ہے؟‘
’میں نے جین میں یہ معلومات فیڈ کر دی ہیں کہ اسے بہت تیزی سے بڑھنا ہوگا اور تربوز کا سائز بہت بڑا ہوگا‘
’خیر اب اس بحث کو ختم کریں میرے تو کچھ پلے نہیں پڑا‘بیگم شجاع بولیںوہ اب چائے کے برتن سمیٹ رہی تھیں’اور ہاں آپ کو یاد ہے نا کہ کل نسرین کی بیٹی کی شادی میں جانا ہے‘وہ اچانک کوئی خیال آنے پر بولیں
’یاد ہے بھئیحالانکہ تم جانتی ہو کہ اس طرح میرے کام کا کتنا حرج ہوگا‘
’کوئی حرج نہیں ہوگاایک دن پودوں پر تجربات نہ ہوئے تو قیامت نہیں آجائے گیرشتے دار اسی لیے آپ سے ناراض رہتے ہیں کہ آپ بس تجربات کے ہو کر رہ گئے ہیں‘
’اچھا بابا جھگڑا ختمکل کا دن پورا تمہاری بھانجی کی شادی کے لیے وقف بس‘

پروفیسر شجاع فجر کی نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوئے تو نبیل دوڑتا ہوا آیا
’ابوابو وہ تربوز کا پودا تو نکل بھی آیا‘
’کیا کہ رہے ہو بھئیکل شام ہی تو بیج بویا ہے اتنی جلدی پودا کیسے نکل سکتا ہے؟‘وہ حیران ہوکر بولے
’آپ خود چل کر دیکھ لیں‘نبیل نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا
’اچھا چلو‘وہ نبیل کے ساتھ باغ میں آئے اور پھر ایک کیاری کے سامنے پہنچ کر رک گئے وہاں واقعی پودا نکل آیا تھا بلکہ کئی انچ زمین سے نکلا ہوا تھااور اس پر دو بڑے سے پتے بھی لہرا رہے تھے
’حیرت ہے ایک رات میں پودا اگ بھی گیا اور اتنا بڑھ بھی گیا ناقابل یقیناتنی جلدی تو میں نے کوئی پودا اگتے نہیں دیکھا‘پروفیسر حیرت سے بولے

یہ کیا آپ پھر باغ میں ہیںآپ کا وعدہ تھا کہ آج کے دن کوئی تجربہ نہیں ہوگا‘بیگم شجاع بھی ادھر آنکلیں’
مجھے اپنا وعدہ یاد ہے یہ تو نبیل مجھے کھینچ لایا وہ جو کل شام میں نے تربوز بویا تھا اس کا پودا نکل آیا’
ہے اور دیکھو کتنا بڑھ گیا ہے‘وہ بولے
اتنی جلدی صرف رات رات میں ہی!‘بیگم شجاع نے بھی حیرت سے پودے کو دیکھا’
‘ہاںمیں خود حیران ہوںاس پودے کا تو تفصیلی جائزہ لینا ہوگا’
یہ جائزہ کل ہوگا ابھی میں ناشتہ بناتی ہوں پھر فورا تیار ہو جائیں اور چلنے کی تیاری کریں‘بیگم شجاع نے’
گھبرا کر کہا کہ پروفیسر پھر کسی تجربے میں مشغول نہ ہو جائیں
نہ چاہتے ہوئی بھی پروفیسر کو پورا دن شادی والے گھر میں گزارنا پڑا رات کو وہ اکیلے لوٹےبیگم اور نبیل کا ایک دن اور وہیں رہنے کا ارادہ تھا گھر پہنچے تو اتنے تھکے ہوئے تھے کہ فورا بستر پر گر گئے پھر اگلے دن ان کی آنکھ کھلینماز وغیرہ سے فارغ ہو کر وہ باغ میں آئے ان کا باغ بھی عجوبہ روزگار تھا جہاں عجیب عجیب پودے اور درخت تھے وہ اکثر پودوں کی جین میں تبدیلیاں کر کے اگاتےکہیں بڑے بڑے درخت منی ایچر (مختصر سائز) صورت میں اگے ہوئے تھے
اس وقت پروفیسر تربوز کے پودے کو دیکھنے آئے تھے کیاری سے چند قدم دور ہی وہ ٹھٹھک کر رک گئے تربوز کی بیل بہت لمبی ہو چکی تھی کیاری سے باہر نکل کر کافی دور تک پھیل چکی تھیاور بیل صرف لمبائی میں نہیں بڑھ رہی تھی بلکہ ایک شاخ سے کئی کئی شاخیں نکل کر اطراف میں پھیل رہی تھیںگویا وہ چاروں طرف سے بڑھ رہی تھیصرف ایک دن میں اس کا اتنا بڑھ جانا پروفیسر کے لیے بہت حیرت انگیز تھااگرچہ انہوں نے اس کی جین میں یہی تبدیلی کی تھی کہ وہ تیزی سے بڑھے مگر اتنی تیز رفتاری کا تو وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے
اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھے باہر دودھ والا تھا دودھ باورچی خانے میں رکھ کر وہ نکلے تو انہیں یاد آیا کہ جس تربوز کا بیج انہوں نے بویا تھا اس کے کچھ بیج لیبارٹری میں بھی رکھے ہیںکیوں نہ ان کا جائزہ لیا جائےیہ سوچ کر وہ اپنی لیبارٹری میں داخل ہوئےتربوز کے بیج نکالے اور ان کا جائزہ لینے میںمصروف ہوگئے
کافی دیر بعد انہوں نے خوردبین سے سر اٹھایا اور بڑبڑائے ’حیرت ہے میں نے جین میں جو تبدیلیاں کی تھیں
‘اس میں تو اس کے علاوہ اور تبدیلیاں بھی نظر آرہی ہیں یہیہکیسے ہوا؟
وہ پھر خورد بین پر جھک گئےمگر جوں جوں وقت گزرتا گیا ان کی پریشانی بڑھتی رہی ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر جین میں کس قسم کی تبدیلیاں رونما ہو گئی ہیںگھڑی کی سوئیاں آگے بڑھتی رہیںسورج نکل کر ڈھل بھی گیااچانک گھڑی پر ان کی نظر پڑی تو وہ چونک اٹھے
ارےیہ تو شام ہوگئی!شکر ہے بیگم گھر پر نہیں ورنہ ناشتہ اور کھانا چھوڑنے پر خوب صلواتیں سناتی‘وہ’
مسکرائے پھر انہوں نے فرج سے کچھ پکی ہوئی چیزیں نکال کر کھائیں اور دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہوگئے یہاں تک کہ نیند سے ان کی آنکھیں بوجھل ہونے لگیں
یہ معاملہ تو میری سمجھ سے باہر ہے کسی سے مشورہ کرنا پڑے گا خیر کل دیکھیں گے‘وہ لیبارٹری سے’
باہر نکل آئے اور کمرے میں آکر پلنگ پر لیٹ گئے
ایک اور نیا دن نکل آیا پروفیسر نے سوچا کہ آج پہلے ناشتہ کر لیا جائے پھر باغ میں جانا چاہیےناشتے سے فارغ ہوکر وہ باغ میں پہنچے ایک بار پھر وہ چکراگئے تربوز کی بیل تو ہر طرف پھیلی ہوئی نظر آرہی تھی ہر شاخ سے کئی کئی شاخیں نکل رہی تھیں
یہ تو مہینوں میں اتنی ذیادہ نہیں بڑھتی جتنی ان دو تین دنوں میں بڑھ گئی ہے‘وہ بڑبڑائے اور آگے’
بڑھےانہیں بیل کے پتے بھی تھوڑے سے مختلف لگ رہے تھےشاخوں کی رنگت بھی قدرے سیاہی مائل تھی انہوں نے جھک کر ایک شاخ کو اٹھایا تو دھک سے رہ گئےشاخ تیزی سے ان کے بازو کے گرد لپٹ گئی

تھیانہیں یوں لگا جیسے کسی سانپ نے ان کے بازو کے گرد بل ڈال دیے ہوں انہیں بازو میں شدید جلن اور
چبھن کا احساس ہوا تو انہوں نے فورا بازو کو جھٹکا دے کر بیل ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ تو بری طرح
لپٹ گئی تھی آخر انہوں نے دوسرے ہاتھ سے اس کا سرا پکڑا اور تیزی سے بل کھولے انہیں پورا زور صرف
کرنا پڑا کیونکہ بیل بہت مزاحمت کر رہی تھی اور پر چمٹی جا رہی تھیبڑی مشکل سے وہ بازو سے الگ ہوئی
تو وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گئے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیل کو دیکھنے لگے جو کچھ ہوا تھا وہ ناقابل یقین
تھا ادھر بازو اور ہاتھ میں شدید تکلیف ہورہی تھیانہوں نے سوچا کہ بازو فورا ڈاکٹر کو دکھانا چاہیے کہیں یہ
بیل زہریلی نہ ہو اور بازو پر کچھ اثر نہ ہوجائےوہ تیزی سے باہر نکلے اتفاق سے اسی گلی میں ان کے دوست
ڈاکٹر زبیر رہتے تھے وہ انہی کے گھر کی طرف دوڑے
ڈاکٹر زبیر نے ان کے بازو اور ہاتھ پر مرہم لگادیا اور بولے ’زہر وغیرہ کا تو کوئی خطرہ نہیں بازو بالکل
ٹھیک ہے بس یوں لگتا ہے کہ کسی نے بہت ساری سرنجیں لگا کر خون نکالنے کی کوشش کی ہو ویسے یہ ہوا
کیسے؟‘ڈاکٹر زبیر نے پوچھا
’تربوز کی بیل کے ذریعے‘پروفیسر کھوئے کھوئے سے لہجے میں بولے
’کیا مطلب!‘ڈاکٹر زبیر چونکے جواب میں ڈاکٹر نے انہیں ساری کہانی کہہ سنائی
’یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟اس بیل نے تمہارا خون چوسنے کی کوشش کی ہے!!‘ڈاکٹر زبیر کا منہ کھلا کا کھلا رہ
گیا
’ہاں یہی بات ہےمیں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائے جانے والے ایسے درختوں اور پودوں کا ذکر سنا ہے جو
آدم خور ہوتے ہیں اور جب بھی کوئی انسان ان کے قریب سے گزرتا ہے تو وہ اسے اپنی شاخوں کے ذریعے
جکڑ لیتے ہیںمگر یہ تربوز کی بیل کس طرح آدم خور بن گئی میں نہیں جانتا‘
’تم نے اس کی جین میں جو تبدیلی کی ہے لگتا ہے اس میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے‘
’ہاںمگر وہ گڑبڑ میری سمجھ سے باہر ہے کل سارا دن میں جائزہ لیتا رہا ہوں‘
’میرا مشورہ ہے کہ اس بیل کو فورا ختم کردو ورنہ یہ بہت خطرناک ثابت ہوگی‘
’ہاںشاید اب یہی کرنا پڑے گامیں آج اور جائزہ لے لیتا ہوں اور اس تبدیلی کی وجہ جاننے کی کوشش کرتا ہوں
اگر یہ وجہ سمجھ میں آگئی تو بہت بڑی کامیابی ہوگی ورنہ اسے ختم کردوں گا‘
پروفیسر نے ڈاکٹر زبیر کا شکریہ ادا کیا اور واپس اپنے گھر آگئے
وہ باغ سے کچھ فاصلے پر کھڑے ہوکر بیل کو غور سے دیکھنے لگے زمین پر پڑی ہوئی اور ایک دو
درختوں پر چڑھی ہوئی یہ بیل اس وقت بالکل بے ضرر نظر آرہی تھی
’ارے آپ یہاں کھڑے ہوئے ہیں‘عقب سے بیگم شجاع کی آواز گونجی
’تماتنی صبح صبح ہی آگئیں!‘وہ حیرت سے بولے
’ہاں نبیل کا دل نہیں لگ رہا تھااس نے تو رات بھی بڑی مشکل سے گزاری ہےاس لئے میں ناشتہ کرتے ہی
آگئی‘وہ بولیں
’ہوںنبیل ہے کہاں؟‘انہوں نے پوچھا
’آتے ہوئے ضد کر کے نسرین کے گھر سے ایک بکری کا بچہ لے آیا ہے اسے پتے وغیرہ کھلا رہا ہوگایہ
بھی کوئی نہ کوئی روگ پالے ہی رکھتا ہے‘
ان الفاظ کے ساتھ ہی بچے کی میں میں سنائی دی اور بکری کا بچہ اچھلتا ہوا ادھر آتا دکھائی دیا
’امیپکڑیں اسے‘پیچھے نبیل چلاتا ہوا آرہا تھا
بکری کا بچہ چھلانگیں لگاتا ہوا باغ میں گھس گیا اچانک پروفیسر کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا وہ زور سے
چلائے’رک جاؤ نبیلباغ میں مت گھسنا‘
ان کی گرجدار آواز سن کر نبیل سہم کر رک گیا پروفیسر تیزی سے آگے بڑھے اور نبیل کو پیچھے کھینچ لیا

کیا ہو گیا ہے آپ کو؟‘بیگم شجاع حیرت سے بولیں’مگر پروفیسر کی نظریں تو باغ کی طرف جمی تھیں بیگم شجاع نے بھی ادھر دیکھا اور پھر ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں کیونکہ بکری کے بچے کے گرد بیل کی شاخیں لپٹ گئی تھیں بچہ اس افتاد سے گھبرا گیا اس نے اپنی ٹانگیں چھڑانے کی کوشش کی مگر شاخوں نے چاروں ٹانگوں کو جکڑ لیا نتیجتا بکری کا بچہ دھڑام سے گر پڑااب شاخوں نے اس کے جسم اور گردن کو بھی جکڑ لیا تھااس کے منہ سے درد ناک آوازیں نکل رہی تھیں’میں میں میں میں ‘وہ بری طرح چلا رہا تھا

ادھر وہ تینوں پتھرائی ہوئی نگاہوں سے اس کا انجام دیکھ رہے تھے اور پھر آہستہ آہستہ اس کی آوازیں دم توڑتی چلی گئیں اور اس کی گردن ڈھلک گئی بکری کا بچہ جو کافی تندرست و توانا تھا اب ایک مریل سا ہڈیوں کا پنجر نظر آرہا تھا بیل کی شاخیں اب اس کے جسم سے الگ ہونے لگیں اور دیکھتے ہی دیکھتے تمام شاخوں نے اس کے مردہ جسم کو آزاد کردیا

’یہیہ سب کیا ہے؟کیا میں نے کوئی خواب دیکھا ہے؟‘بیگم شجاع کانپتی آواز میں بولیں

’نہیںیہ حقیقت ہےیہ بیل آدم خور بن گئی ہے‘پروفیسر سنجیدہ لہجے میں بولے

’مگر کیسے!!‘

’یہ تو میں بھی نہیں جانتا میں نے اس کی جین میں جو تبدیلی کی تھی لگتا ہے اس میں کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے‘

’اف میرے خدا !یہ آپ نے کس قسم کی تبدیلی کرڈالی ہےخدا کے واسطے اب مزید تجربات بند کریں اور اس بیل کو کسی طرح ختم کریں ورنہ میں یہاں نہیں رہوں گییہ تو ہم سب کا خون پی جائے گی‘انہوں نے خوف سے جھرجھری لی

’میں خود اسے ختم کرنے کا فیصلہ کرچکا ہوںبس صرف آج کے دن اور اس کا جائزہ لینا چاہتا ہوں اگر کچھ سمجھ میں آگیا تو بہت اچھی بات ہوگی ورنہ اسے ختم کردوں گاتم اور نبیل بس باغ کی طرف مت آناگھر کے اندرونی حصے میں ہی رہومیں اپنے ایک دوست کو فون کرتا ہوں وہ بھی نباتات کا ماہر ہےمشکل یہ ہے کہ وہ دوسرے شہر میں رہتا ہے خیر میں اسے تاکید کرتا ہوں کہ فورا آج ہی یہاں پہنچ جائے شاید اس کی سمجھ میں کچھ آجائے‘

’جو کچھ بھی کرنا ہے فورا کریں اور کل ہر حالت میں اس منحوس بیل کا خاتمہ کریں آؤ نبیل اندر چلیں‘

’امیمیری بکری‘نبیل کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں

’ہم تمہیں اور بکری لادیں گے بیٹےاور ہاں آج گھر کے اندر ہی رہنا ادھر بالکل مت آنا‘

اپنے دوست کو فون کر کے پروفیسر لیبارٹری میں آگئے ساری بات سن کر ان کا دوست بھی حیران رہ گیا تھا اور اس نے آج رات کی فلائٹ سے پہنچنے کو کہا تھا جو رات دو بجے پہنچنا تھیپروفیسر ایک بار پھر اس بات پر غور کر رہے تھے کہ جین میں اس قسم کی تبدیلی کیونکر واقع ہوئی انہوں نے افریقہ کے جنگلوں میں پائے جانے والے آدم خور پودوں کے بارے میں ایک کتاب نکالی اور پڑھنے لگے

بیگم شجاع باورچی خانے میں تھیںانہوں نے نبیل کو کمرے میں ہی رہنے کی ہدایت کی تھینبیل ٹی وی آن کر کے دیکھنے لگا اس وقت ایک انگریزی فلم چل رہی تھی نبیل فلم دیکھنے میں مگن تھا کہ اچانک ٹی وی اسکرین پر لہریں سی آنے لگیںتصویر بگڑ گئی اور اوپر نیچے ہونے لگی نبیل نے آگے بڑھ کر ٹی وی کے بٹن گھمائے مگر تصویر ٹھیک نہ ہوئی

’امیٹی وی ٹھیک نہیں چل رہا‘وہ چلایا

’کیا ہواٹھیک کرلونا‘بیگم شجاع باورچی خانے سے بولیں

’نہیں ٹھیک ہورہا‘وہ پھر چلایا

’اوہوایک تو تم کوئی کام نہیں کرنے دیتےدکھاؤ کیا ہوا ہے اسے‘وہ کمرے میں داخل ہوئیں اور انہوں نے بھی بٹن گھمائے مگر تصویر ٹھیک نہ ہوئی

کہیں انٹینا تو نہیں ہل گیا ذرا دیکھ کر آؤ ‘وہ بولیں نبیل دوڑتا ہوا چھت پر گیا اور پھر اس کی چیخ سنائی دی’
‘امی ی ی ی’
بیگم شجاع گھبرا گئیں اور سیڑھیوں کی طرف دوڑیںلیبارٹری میں پروفسر نے بھی اس کی چیخ سنیوہ بھی گھبرا کر باہر نکل آئے
یہ بنیل کیوں چیخا تھا؟‘وہ بولے’
پتہ نہیں وہ چھت پر ہے‘بیگم شجاع سیڑھیاں چڑھتے ہوئے بولیں پروفیسر بھی ادھر دوڑے اور کئی کئی’ سیڑھیاں پھلانگتے ہوئے چھت پر پہنچےوہاں نبیل انٹینے سے کچھ دور کھڑا تھاپروفیسر اور ان کی بیگم نے ایک حیرت انگیز منظر دیکھاتربوز کی بیل کی ایک شاخ درخت پر سے ہوتی ہوئی دیوار پر چڑھی اور پھر منڈیر سے ہوتی ہوئی ٹی وی کے انٹینے تک پہنچ گئی تھی اور اس کا ایک سرا اینٹینے کی سلاخوں پر لپٹا ہوا تھا
نبیل ٹی وی دیکھ رہا تھا کہ اچانک تصویر ہلنے جلنے لگی لہریں سی آنے لگیں میں سمجھی کہ شاید انٹینے کا’ رخ بدل گیا ہے مگر یہ تو اس بیل کی کارستانی ہے‘بیگم شجاع بولیں
حیرت ہے کیا یہ ٹی وی کی نشریات میں بھی گڑبڑ کر سکتی ہے‘پروفیسر بولے’
یہ تو پتہ نہیں کیا کچھ کرسکتی ہے مجھے تو لگ رہا ہے کہ یہ ہمارے گھر کی ہر چیز تک پہنچ جائے گی’
‘میں پھر کہتی ہوں اسے فورا ختم کردیں
‘ ہاں ہاں بس آج کی رات اس بیل کی آخری رات ہے نبیل ذرا باورچی خانے سے چھری تو اٹھا لاؤ’
جی اچھا‘ وہ نیچے دوڑ گیا’
کک کیا کرنا چاہتے ہیں آپ؟‘بیگم شجاع کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا’
‘ڈرو مت کوئی خطرناک کام نہیں کر رہا’
اسی وقت نبیل چھری لے کر آگیاپروفیسر نے اس سے چھری لی اور منڈیر کی طرف بڑھے کچھ فاصلے سے انہوں نے تیزی سے چھری کا وار بیل پر کیا بیل فورا کٹ گئی اور منڈیر سے نیچے جا گریاس کا ٹوٹا ہوا سرا انٹینے میں اٹکا ہوا جھولنے لگا اور پھر انہوں نے ایک خوفناک منظر دیکھاانٹینے سے لٹکے ہوئے شاخ کے سرے سے خون ٹپک رہا تھا
یہیہ تو خون ہے‘نبیل خوفزدہ آواز میں بولا’
اس بیل میں تو انسانوں کی طرح خون دوڑ رہا ہےشاید یہ اس بکری کا خون ہے‘پروفیسر آگے بڑھے اور شاخ’
‘کا سرا انٹینے سے اتار لی’اس کا جائزہ لینا ہوگا
میں تو ان جائزوں سے تنگ آگئی ہوں‘بیگم شجاع بھنا کر بولیں’
’نبیل ذرا دیکھو ٹی وی ٹھیک ہوا یا نہیں؟‘ پروفیسر بولے نبیل فورا نیچے کمرے میں گیا اور وہیں سے چلایا’
‘ٹھیک ہوگیا ابو
ہوں‘وہ سوچ میں گم ہوگئے پھر بولے‘اپنے کمرے میں ہی رہنا نبیل‘یہ کہ کر وہ لیبارٹری میں گھس گئے ’
رات تک کوئی اور واقعہ پیش نہیں آیا رات کا کھانا کھا کر بیگم شجاع تو نبیل کو لے کر سونے چلی گئیں جبکہ پروفیسر اپنی لیبارٹری میں آگئے آج ان کا سونے کا ارادہ نہیں تھایوں بھی رات دو بجے ان کے دوست ڈاکٹر افتخار پہنچ رہے تھے جو نباتات کے ماہر تھے پروفیسر نے شاخ سے نکلنے والے خون کا معائنہ کیا تو وہ واقعی بکری کا خون تھا مگر وہ حیران تھے کہ پودوں میں تو رگیں وغیرہ نہیں ہوتیں نہ ہی دل ہوتا ہے جو خون پمپ کرتا ہے پھر اس بیل میں خون کس طرح دوڑ رہا ہےہزار سر پٹخنے کے باوجود ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تربوز کی یہ بیل ان کے لیے ایک معمہ ثابت ہوئی تھی وہ اس معمے کو حل کرنے کے خواہاں تھے ان کی شدید خواہش تھی کہ وہ اس کا راز پالیں مگر وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ان کے پاس بس کل کا دن ہے پھر اس بیل کو ختم کرنا پڑے گا کیونکہ جس تیز رفتاری سے یہ بڑھ رہی تھی چند دنوں میں پورے گھر میں

پھیل جاتی اور ہوسکتا ہے کہ گھر سے باہر نکل جاتی اور شہری علاقے میں ایسی بیل کا ہونا بہت خطرناک ہوتا کسی بھی وقت کوئی اس کی زد میں آسکتا تھاوہ انہی سوچوں میں گم تھے کہ ایک تیز چیخ سنائی دی وہ اچھل پڑے اور تیزی سے خواب گاہ کی طرف دوڑے اندر داخل ہوتے ہی وہ ٹھٹھک گئےان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں

کمرے کے روشندان سے بیل کی ایک شاخ اندر آگھسی تھی اور نبیل کے بازو کے گرد لپٹ گئی تھیبیگم شجاع نبیل کا دوسرا بازو پکڑے اسے کھینچ رہی تھیں‌پروفیسر نے آؤ دیکھا نہ تاؤ تیزی سے آگے بڑھے اور کوئی پروا کیے بغیر نبیل کے بازو کے گرد لپٹی شاخ کو پکڑ لیا اور پورا زور لگا کر بیل اس کے بازو سے کھول دی اس کے بازو سے الگ ہوتے ہی شاخ پروفیسر کے ہاتھ پر لپٹنے لگی مگر انہوں نے تیزی سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا شاخ نیچے گر پڑینبیل بیگم شجاع سے لپٹا ہوا سسک رہا تھا

اب میں ایک منٹ بھی یہاں نہیں رک سکتی یہ قاتل خونی بیل تو ہم سب کو مار ڈالے گی مگر آپ کا تجربات کا' شوق پورا نہیں ہوگا'وہ نبیل کو پکڑے دروازے کی طرف بڑھیں

بیگم سنو تواس وقت کہاں جا رہی ہو'پروفیسر گھبرا گئے '

میں سامنے بیگم جمال کے گھر جا رہی ہوں‌رات وہاں گزاروں گی اور صبح ہوتے ہی نسرین کے گھر چلی' جاؤں گی اور اسی وقت واپس آؤں گی جب یہ منحوس بیل یہاں نہیں ہوگی'وہ بولیں اور نبیل کو لے کر نکل گئیں‌پروفیسر اپنا سر پکڑ کر رہ گئے

دروازے کی گھنٹی بجی تو وہ تھکے تھکے قدموں سے دروازے کی طرف بڑھے باہر ان کے دوست ڈاکٹر افتخار تھے

ہیلو پروفیسر کیا حال ہے؟'وہ پروفیسر کو دیکھتے ہی بولے '

' ٹھیک ہی ہوں آؤ '

یہ تمہاری شکل پر بارہ کیوں بج رہے ہیں‌بس ایک تربوز کی بیل سے خوفزدہ ہوگئے'ڈاکٹر افتخار ہنسے '

'یہ بات نہیں افتخار معاملہ بہت سیریس ہو چکا ہے '

کیا مطلب !'وہ چونکے '

بیٹھو تمہیں بتاتا ہوں اس بیل نے کیا گل کھلائے ہیں'وہ انہیں لیبارٹری میں ہی لے آئے اور بیل سے متعلق' ساری کہانی کہ سنائی

'ہوں‌یہ تو واقعی خطرناک بات ہےآؤ ذرا میں بھی تو دیکھوں اسے '

پروفیسر انہیں لے کر باغ تک آئے باغ میں اس وقت اندھیرا پھیلا ہوا تھا انہوں نے بلب جلا دیے

بظاہر تو یہ ایک عام سی بیل نظر آرہی ہے'ڈاکٹر افتخار بولے '

ہاں‌دیکھنے میں تو یہ بے ضرر سی ہے مگر حقیقتا کتنی خطرناک ہے اس کا اندازہ تم نہیں لگا سکتے 'ان' الفاظ کے ساتھ ہی پورے گھر میں اندھیرے چھا گیا

ارےشاید لائٹ چلی گئی'وہ بولے مگر ایک دم روشنی ہو گئی'

لو آ بھی گئی'ڈاکٹر افتخار بولے اور پھر اندھیرا چھا گیاچند سیکنڈ بعد پھر بلب روشن ہوگئے '

یہ کیا ہو رہا ہے؟' ڈاکٹر افتخار بولے '

پتہ نہیں کیا چکر ہے'انہوں نے کندھے اچکائےلائٹ بار بار آ اور جا رہی تھی'

میں مین سوئچ دیکھتا ہوں'پروفیسر بولے اور مین سوئچ کا جائزہ لیا مگر وہ بالکل ٹھیک تھا'

ارے!پروفیسر وہ دیکھو اوپر'ڈاکٹر افتخار زور سے بولے '

پروفیسر نے کھڑکی سے باہر دیکھاسڑک پر لگے بجلی کے پول سے جو تار ان کے گھر کی طرف آرہی تھی اس تار پر بیل کی ایک شاخ لپٹی ہوئی تھی

’یہ بیل یہاں تک بھی پہنچ گئی!‘ڈاکٹر افتخار حیرت سے بولے

’اس کی تیز رفتاری پر میں خود حیران ہوں‌ہر طرف سے اس کی شاخیں نکل نکل کر چاروں طرف پھیلتی جا رہی ہیں‌خیر پہلے اس شاخ کو تو نیچے اتاروں ورنہ یہ لائٹ صحیح نہیں ہوگی‘پروفیسر بولےلائٹ مسلسل جل بجھ رہی تھی

پروفیسر نے ایک لمبا سا بانس لیا اور اس کے سرے پر چھری باندھ دی پھر کافی دور کھڑے ہو کر بانس تار پر لپٹی شاخ پر ماراچھری کا سرا شاخ پر لگا مگر شاخ نہیں کٹی انہوں نے کئی بار اسی طرح شاخ پر وار کیا آخر کار وہ کٹ کر نیچے جا گری اور ایک بار پھر اس میں سے خون نکلنے لگاڈاکٹر افتخار کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں‌ادھر شاخ کے گرتے ہی لائٹ ٹھیک ہوگئی

’ناقابل یقین! آخر یہ بیل تاروں میں کس طرح گڑبڑ کر دیتی ہے‘

’میں تو کچھ سمجھ نہیں سکاآؤ لیبارٹری میں چلیں‌تم اس بیل کی شاخ کا اور بیجوں کا معائنہ کر کے دیکھو شاید کچھ سمجھ سکو‘

پروفیسر اور ڈاکٹر افتخار صبح تک معائنے میں مصروف رہے یہاں تک کہ سورج نکل آیا

’کچھ سمجھ نہیں آرہاتم نے تربوز کی جین میں چند تبدیلیاں کیں تاکہ بیل کی نشو نما اور پیداوار بہتر ہومگر ان تبدیلیوں کے ساتھ جین میں چند اور تبدیلیاں بھی رونما ہوگئیں بہت سے جانداروں کی جین میں خودبخود بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں مثلا بہت سے جانور پہلے پانی میں رہتے تھے پھر وہ خشکی پر رہنے لگے اور انہوں نے خود کو حالات کے مطابق تبدیل کر لیا یعنی ان کی جین میں تبدیلی آگئی کہتے ہیں کہ پہلے سانپ کے پاؤں ہوتے تھے مگر وقت کے ساتھ اس کی جین میں بھی تبدیلی رونما ہوئی اور اب سانپ کے پاؤں نہیں ہوتے‘ڈاکٹر افتخار بولے

’ہاں مگر اس قسم کی تبدیلیاں ہزاروں سالوں میں جا کر پیدا ہوتی ہیں‘پروفیسر بولے

’ہاں یہ تو ہےمگر اس پودے نے بڑی تیزی سے اپنی جین بدلی اور اس میں آدم خور پودوں والی خصوصیات پیدا ہوگئیں اس طرح؟ اس کا جواب بہت مشکل بلکہ نا ممکن ہےلہذا میرا خیال ہے کہ اب ہمیں مزید وقت ضایع کیے بغیر اسے ختم کر دینا چاہیے کیونکہ جس تیزی سے یہ بڑھ رہی ہے یہ جلد ہی تمہارے گھر سے باہر نکل کر آس پاس کے گھروں تک پھیل جائے گی اور کوئی بھی اس کی زد میں آکر ہلاک ہوسکتا ہے‘

’ہوں تو پھر ٹھیک ہے اب یہ سوچو کہ اسے ختم کیسے کیا جائے؟‘

’ہاں یہ بھی مسئلہ ہے کوئی عام سی بیل ہو تو جڑ سے پکڑ کر کھینچ دو یا کلہاڑی کے ایک دو وار کر دو مگر اس کے تو قریب جانا بھی خطرناک ہےہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ہم اسے گیس کے ذریعے ختم کردیں‘

’گیس کے ذریعے‘پروفیسر بڑبڑائے

’ہاں جس طرح آگ لگنے پر ہم اس پر کاربن ڈائی آکسائیڈ کے جھاگ پھینکتے ہیں اس طرح اس بیل پر بھی پھینکتے ہیں ظاہر ہے پودے بھی آکسیجن سے سانس لیتے ہیں کاربن ڈائی آکسائیڈ کے ذریعے انہیں حتم کیا جا سکتا ہے‘

’مگر یہ بیل تو پورے باغ میں پھیلی ہوئی ہے ہر درخت پر چڑھی ہوئی ہےاگر اس پر جھاگ پھینکیں گے تو سارے درخت اور پودے بھی اس کی زد میں آکر ختم ہوجائیں گے اور تم جانتے ہو کہ میرے باغ میں کتنے قیمتی پودے ہیں‌سالوں کی محنت ہے ان پر‘

’ہاں یہ بھی ہےپھر کیا کریں‘ڈاکٹر افتخار سوچتے ہوئے بولے’ہوں‌آئیڈیاکیوں نہ ہم اس پر لیزر سے فائر کر کے اسے ختم کردیں‘

’لیزر‘پروفیسر کے منہ سے نکلا

’بالکل تم تو جانتے ہی ہو لیزر کتنی طاقتور شعاعیں ہیں اگر پتھر پر بھی پڑیں تو اسے جلا کر راکھ کر دیں اگر ہم اس بیل کی جڑوں پر لیزر گن سے فائر کریں تو اس کی جڑیں جل کر راکھ ہو جائیں گی اور جب پودے کی

‘!جڑیں ختم تو پودا بھی ختم
‘بات تو ٹھیک ہے مگر لیزر کا بندوبست کہاں سے ہوگا؟’
‘اس کے لیے اٹامک انرجی والوں سے بات کرنا ہوگی’
‘تو پھر تم ہی کرو بات’

شام کا وقت تھا پروفیسر کے گھر بہت سے لوگ جمع تھےاخباری رپورٹر بھی موجود تھےوہ اس بیل کے بارے میں سن کر حیران رہ گئے تھے اور کسی کو یقین نہ آیاآخر تجربے کے طور پر ایک بلی کو قربان کرنا پڑا اور سب نے دیکھا کہ جیسے ہی بلی شاخوں کے قریب پہنچی شاخوں نے اسے جکڑ لیا اور اس کا خون نچوڑ لیاسب کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئی تھیںاٹامک انرجی سے بھی چند لوگ آئے تھے جن کے پاس لیزر گن تھیانہوں نے فائر کرنے کے لیے چھت کا انتخاب کیااگرچہ بیل کی چند شاخیں چھت پر بھی پہنچ چکی تھیں اس لیے پہلے چھری کے وار کر کے ان شاخوں کو نیچے گرایا گیا اور پھر سب نے ان شاخوں سے اسی طرح خون نکلتے دیکھا جیسے انسان کے جسم کے کسی زخمی حصے سے نکلتا ہے
ایک مناسب جگہ منتخب کر کے لیزر گن مین نے اس جگہ کا نشانہ لیا جہاں سے یہ بیل پھوٹی تھی سب کے دل دھک دھک کر رہے تھے اور پھر گن سے ایک شعاع نکلی اور تیر کی طرح باغ میں گئی ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور باغ سے دھواں اٹھنے لگا
وہ مارالگتا ہے بیل کی جڑیں جل گئی ہیں‘فائر مین چیخا’
‘ایک فائر اور کرو’
پھر دوسرا فائر ہوا اور اس بار تیزی سے دھواں اٹھنے لگااور پھر انہوں نے دیکھا کہ بیل کی شاخیں جو درختوں اور دیواروں پر چرھی ہوئی تھیں نیچے گرنے لگیںاور اس طرح تڑپنے لگیں جیسے کوئی انسان یا جانور موت کی اذیت سے تڑپتا ہےشاخیں اچھل اچھل کر گر رہی تھیں بل کھا رہی تھیں پھر عجیب و غریب آواز سنائی دی
یہ یہ کیاکیا یہ بیل سسکیاں لے رہی ہے!!‘ڈاکٹر افتخار تھرا اٹھے’
لگتا تو یونہی ہے یا پھر شاید ہم کوئی خواب دیکھ رہے ہیں‘پروفیسر بھرائی ہوئی آواز میں بولے’
آہستہ آہستہ دھواں چھٹنے لگا انہوں نے دیکھا کہ شاخوں کا تڑپنا ختم ہو چکا تھا اب وہ بالکل بے جان زمین پر پڑی تھی
کک کیا یہ بیل مر چکی ہے؟‘پروفیسر کھوئی کھوئی آواز میں بولے’
یہ تو اتر کر دیکھنا ہوگا‘فائر مین بولا’
‘ہاں دیکھنا تو ہوگاآئیے نیچے چلیں’
سب نیچے اترے اور باغ کی طرف آئے مگر بیل سے دور ہی رک گئےپروفیسر ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے اور شاخ کے ایک سرے کو چھوا مگر کچھ نہ ہوااب ان کا حوصلہ بڑھا تو انہوں نے شاخ کو اٹھا لیا شاخ ان کے ہاتھ میں جھول کر رہ گئی
یہ مر چکی ہے‘وہ بولے’
پھر سب آگے بڑھے اور شاخوں کو اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے چند نے شاخوں کو توڑا تو اس بار خون نہ نکلا البتہ ٹوٹے ہوئے سرے سے خون جھانکتا نظر آرہا تھا
پروفیسر اس کیاری کے پاس آئے جہاں بیج بویا گیا تھا اب وہاں ایک گڑھا بن چکا تھا اور گڑھے کے ارد گرد جلی ہوئی شاخیں پڑیں تھیں
کیا سوچ رہے ہو پروفیسر؟‘ڈاکٹر افتخار نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا’
نہ جانے کیوں مجھے دکھ سا ہو رہا ہےجیسے کسی زندہ انسان کو ہلاک کر دیا گیا ہو‘پروفیسر بولے’

پروفیسر زندہ انسان بھی اگر قاتل اور خونی بن جائے تو اسے پھانسی دے دی جاتی ہےیہ بیل بھی قاتل بن گئی ’
تھیسمجھ لو اسے بھی سزائے موت دے دی گئی ہےاور ہاں اب کہیں اس بیل سے گھبرا کر پودوں پر تجربات
کرنا ہی نہ چھوڑ دینا تجربات جاری رکھنا ہوسکتا ہے ایک دن ایسی بیل بھی اگ آئے جس میں واقعی بڑے
تربوز لگیں ‘ڈاکٹر افتخار مسکرائے تو پروفیسر کے چہرے پر بھی پھیکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی
آج بھی پروفیسر کے باغ میں اس جگہ جہاں اس قاتل بیل کا بیج بویا گیا تھا ایک قبر موجود ہے جس میں اس
بیل کی مردہ شاخیں دفن ہیں‌اور قبر کے سرہانے ایک بڑے سے بورڈ پر لکھا ہے ’آدم خور بیل‘
نیچے اس بیل کی کہانی درج ہے